© rasailojaraid.com

تاریخِ طبری کے ماٰخذ

نوشتہ : ڈاکٹر جواد علی، عراق اکادمی، بغداد
ترجمہ : نثار احمد فاروقی، دہلی یونیورسٹی، دہلی ۷

(۷)

• گذشتہ سے پیوستہ •

الطبری نے کعب کے اقوال ان مشائخ سے حاصل کیے ہیں جن سے اس نے اپنے زمانہ شباب میں حدیث کا درس حاصل کیا تھا[۱] ان میں ابنِ حمید رازی بھی ہیں جنھوں نے الطبری کو سیرۃ ابن اسحٰق دی تھی۔ ابنِ حمید نے کعب کے اقوال اپنے شیخ جریر سے انھوں نے الاعمش سے انھوں نے ابو صالح سے اور انھوں نے خود کعب سے اخذ کیے تھے[۲] ان رواۃ پر ہم آئندہ گفتگو کریں گے۔

جو اقوال وھب بن منبہ اور کعب الاحبار سے منسوب ہیں ان میں ملاحم (رزمیہ قصّے) یا پیشین گوئیاں شامل ہیں۔ الطبری کی تاریخ میں کعب الاحبار کی وہ پیشین گوئی موجود ہے جو انھوں نے خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ کے قتل کے سلسلے میں تین دن پہلے کردی تھی اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ انھوں نے توراۃ میں دیکھی ہے۔ الطبری نے اسے اپنے شیخ سلمہ ابن جنادہ کے حوالے سے درج کیا ہے[۳]

---

[۱] انسائی کلو پیڈیا آف اسلام جلد ۲/ ۵۸۲۔ تاریخ الطبری میں کعب کا نام ۳۳ جگہ آیا ہے (ملاحظہ ہو فہرست الطبری ص ۴۶۸) اور وھب کا نام ۵۵ سے زائد مقامات پر ملتا ہے۔ کعب کا نام عیون الاخبار میں بھی متعدد جگہوں پر آیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: الفہرست/ ۲۱۴) یہی حال وھب کی بہ نسبت دوسری کتابوں میں ان کے اقوال کا ہے۔

[۲] الطبری ۱/ ۲۲، ۳۱۔ [۳] الطبری ۵/ ۱۲۔ راجع عن الکعب : الدولابی ۱/ ۹۹
JEW ISH ENCYCLOPAEDIA VOL 7 P 400 (ARTICLE : KA'B AL AHBAR)

© rasailojaraid.com

المقریزی نے روایت کی ہے کہ ایک بار ابن ابی حذیفہ کعب کے ساتھ ایک ہی کشتی میں سفر کر رہے تھے تو انھوں نے پوچھا: "کیا یہ سفر بھی تمھاری توراۃ میں مذکور ہے؟" کعب نے اس سوال کا تو کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ کہنے لگے: "ہماری توراۃ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ایک لمبے بالوں والا نوجوان بُری طرح پیٹا جائے گا حتیٰ کہ وہ گدھے کی موت مرجائے گا۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ جوان کہیں تم ہی نہ ہوں"[۲] بہرحال ابن ابی حذیفہ کا یہ چبھتا ہوا انوکھا سوال — اور پھر خلیفہ عمر ابن خطاب کا ان سے پوچھنا، جب انھوں نے کعب سے یہ سنا کہ وہ تین دن کے بعد قتل کیے جائیں گے۔ "تمھیں کیسے معلوم ہوا؟" کہنے لگے: "میں نے یہ خدا کے کلام توراۃ میں پڑھا ہے۔" حضرت عمرؓ نے کہا: "اللہ! کیا عمر بن خطاب کا ذکر توراۃ میں تجھے ملا ہے؟" جواب دیا: "خدا کی قسم نہیں — بلکہ اُس میں آپ کا وصف اور حلیہ موجود ہے، جس سے آپ کی وفات کا علم ہوتا ہے۔" حضرت عمرؓ نے کہا: "مگر عمر کو تو کوئی تکلیف یا درد وغیرہ بھی نہیں!"[۳] یہ دونوں باتیں واضح طور سے بتاتی ہیں کہ کعب سازشی آدمی تھے اور سازشوں میں حصّہ لیتے تھے۔ ساتھ ہی ان سے اُن مصادر کا علم بھی ہوتا ہے جن سے کعب اور ان جیسے راوی اخبار وضع کرنے میں مدد لیتے تھے۔ ان سے اُن کی احادیث کی صحت بھی کھل جاتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کعب اور وھب محض ہر چیز کے بارے میں اپنا علم ظاہر کرنے کے لیے جھوٹ بولنے سے بھی نہیں جھجکتے تھے۔ ایسا ہی وہ قصہ ہے جو المسعودی نے وھب بن منبہ سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب الولید نے جامع دمشق کا سنگِ بنیاد رکھا تو اُسے مسجد کے صحن میں پتھر کی ایک تختی پڑی ہوئی ملی جس پر یونانی زبان میں کچھ لکھا تھا اس نے اہلِ کتاب کی ایک جماعت کے سامنے وہ کتبہ رکھا، مگر وہ لوگ اسے نہ پڑھ سکے۔ پھر اس نے وھب بن منبہ کو دکھایا، تو انھوں نے کہا: یہ سلیمان

---

[۱] السیادۃ العربیۃ والشیعۃ والاسرائیلیات - تالیف فان فلاتن - ترجمہ حسن ابراھیم حسن ومحمد زکی ابراھیم ۱۹۳۴ ص ۱۱۵ - [۲] الطبری ۵/۱۲ - فتح مصر کے بارے میں جو کچھ آیا ہے وہ ملاحم کے قبیل سے ہے۔ الطبری ۱۴۲/۱

"خیال کیا جاتا ہے کہ عبداللہ بن الزبیر نے کعب الاحبار کے بارے میں کہا تھا: میری حکومت میں کوئی بات ایسی نہ تھی جو انھوں نے پہلے سے مجھے نہ بتا دی ہو۔ انھوں نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ بیت اللہ پر ایک قوم حملہ کرے گی"

تہذیب التہذیب ۸/۴۴۰

© rasailojaraid.com

بن داؤد علیہما السلام کے زمانے کا ایک خط ہے' اور اس کی عبارت یوں پڑھی:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اے ابن آدم - اگر تو دیکھ لے کہ تیری موت میں کتنی مہلت باقی رہ گئی ہے' تو اپنے طولِ امل میں بہت کچھ کم کر دے اور اپنی خواہشات گھٹا دے اور اپنے حیلے چھوڑ دے، اور جب تیرے قدموں میں لغزش ہوگی تو ندامت محسوس کرے گا' تیرے اہل تجھے چھوڑ دیں گے' دوست روگردانی کرلیں گے، ساتھی بچھڑ جائیں گے، تو پکارتا رہے گا اور جواب نہیں ملے گا۔ پھر تو نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ سکے گا، نہ اپنے اعمال میں کچھ اضافہ کر سکے گا' لہٰذا موت سے پہلے زندگی کو اور زائل ہونے سے پہلے قوت کو غنیمت جان لے۔ اس سے پہلے کہ تو آفت میں گرفتار ہو اور تیرے اور اعمال کے درمیان فاصلہ حائل کر دیا جائے۔ یہ سلیمان ابنِ داؤد کے زمانے میں لکھا گیا۔"

الولید نے حکم دیا کہ لاجورد کی تختی پر سونے کے حروف میں یہ عبارت لکھ کر مسجد میں نصب کر دی جائے:

"ہمارا رب اللہ ہے - ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے - اس مسجد کے بنانے کا حکم امیر المومنین الولید نے ذی الحجہ ۸۶ھ میں جاری کیا اور اس کی جگہ جو کلیسا تھا اسے ڈھا دیا" المسعودی کہتا ہے کہ "ہمارے زمانے یعنی ۳۳۲ھ تک یہ عبارت دمشق کی مسجد میں سونے کے حروف سے لکھی ہوئی موجود ہے"[1] میں اس نمونے کا یہاں ذکر نہ کرتا اگر اسی طرح کے نمونے وھب سے کتابوں میں منقول نہ ہوتے۔

خاص طور سے کتاب التیجان میں متعدد رقیمے ہیں جن کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ اُن تختیوں کے تراجم ہیں جو ایسی زبانوں میں لکھی ہوئی ملی تھیں جنھیں سوائے وھب بن منبّہ اور کعب الاحبار کے کوئی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ الطبری نے جس فصل میں حضرت یوسفؑ کا قصہ[2] بیان کیا ہے اس میں کعب کا ذکر نہیں آیا نہ اُن سے کسی خبر کی روایت ہوئی ہے حالانکہ دوسری کتابوں میں خصوصاً الثعلبی کی قصص الانبیاء میں قصہ یوسفؑ کے لئے بارہا

---

[1] مروج الذھب ۳/۹۷، ۲/۱۵۲ (مطبع البھیہ) ۱۳۴۶ قاہرہ۔

"انھیں اگلی قوموں کے اخبار' دنیا کے قیام' انبیاء کے احوال' اور بادشاہوں کی سیرۃ کا علم حاصل تھا"

ابن خلکان: وفیات الاعیان ۲/۲۳۸۔ [2] الطبری ۱/۳۷۱ - ۴۱۳۔

© rasailojaraid.com

کعب کا نام آتا ہے[1] اس سلسلے کے بیشتر قصوں میں اُن کا نام داخل ہوگیا ہے۔ حتیٰ کہ "قصہ یوسف و زلیخا" مصنفہ فردوسی میں بھی شامل ہے[2] پھر انھیں کتابوں سے کعب الاحبار کا نام قصۂ یوسفؑ میں داخل ہوا۔ جو اسپینی ادب میں بہت مشہور ہے[3] اس کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ قصۂ یوسف میں کعب الاحبار کا نام الطبری کے زمانے کے بعد شامل ہوا ہے اور اسی لیے وہ تاریخِ طبری میں اس ذیل میں ہمیں نہیں ملتا۔

وھب بن منبہؒ اور کعب الاحبار نے عربِ عاربہ مثلاً عاد و ثمود کے بارے میں بھی اخبار کی روایت کی ہے جو ہمیں الکسائیؒ[4] کی قصص الانبیاء میں ملتی ہے[4] تاریخِ طبری میں وھب بن منبہؒ کی ایک روایت قومِ عاد کے بارے میں ہے جسے الطبری نے "محمد بن سہل بن عسکر عن اسماعیل بن عبدالکریم عن عبدالصمد عن وھب بن منبہؒ" کے سلسلے سے اخذ کیا ہے، اسی طرح اس نے جنوبی عرب کے شہروں میں نصرانیت کے فروغ کے بارے میں جو کچھ ابن اسحٰق سے لیا ہے وہ وھب بن منبہؒ کی روایات پر مبنی ہے[5]

یہاں یہ اعتراف کرنا ضروری ہے کہ وھب سے منسوب روایات میں اور کتاب التیجان میں جو نام آئے ہیں اُن کا ایک حصہ ایسا ہے جو وھب نے ٹھیک اسی طرح نقل کیا ہے جیسا کہ وہ توراۃ میں ملتے ہیں، کبھی وہ لفظ کی وہ شکل بھی بیان کر دیتے ہیں جو عبرانی میں بولی جاتی ہے یا جس طرح وہ سریانی کے تراجم سے نقل ہوئی ہے[6] اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وھب بن منبہؒ ان معلومات کے حصول کے لئے مزعومہ مآخذ سے رجوع کیا کرتے تھے

محمد بن کعب القرظی

جب ہم نے کعب اور وھب کے حدودِ عمل کا جائزہ لے لیا ہے، تو اب ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم ایک اور یہودی الاصل شخص سے بحث کریں جو مدینہ کے یہود قبائل سے تعلق رکھتا تھا، اور وہ ہیں: محمد بن کعب بن سلیم بن اسد القرظی (متوفی مابین ۱۱۸ و ۱۲۰ھ) یہ قبیلہ قریظہ کے فرد تھے جو اوس کا حلیف تھا۔

---

[1] الثعلبی: قصص الانبیاء/۶۱ (قاہرہ ۱۳۲۴ھ) نیز الکسائی: قصص الانبیاء (طبع بون) ۲۱۵ وبعد

[2] دیکھیے ETHE (آکسفورڈ ۱۹۰۸ء) ص ۲۵۸

(3) ROBLES (F. GUILLEN): LEYENDAS DES JOSE HIJO DE JACOB. ZARAGOZIA 1888

[4] یہ مشہور نحوی الکسائی سے مختلف شخصیت ہیں۔ ان کے لیے ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۲/ ۱۰۳۷ نیز دیکھیے الطبری ۱/ ۱۱۵۔ [5] انسائیکلوپیڈیا ۴/ ۱۰۸۵۔ [6] ماسبق ۴/ ۱۰۸۴۔

۴۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کا شمار علمائے قرآن وحدیث میں کیا جاتا ہے، حتیٰ کہ بعضوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ "وہ تاویل (تفسیر قرآن) کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے"[1] یہ بھی وھب بن منبہ کی طرح ایک قصّہ گو تھے اور مسجد میں قصہ خوانی کیا کرتے تھے۔ اور یہ دوسرے قصاص میں اپنی حکایات کے انوکھے پن اور مبالغے کی وجہ سے ممتاز تھے جس سے لوگوں کا دل لامحالہ اُن کی طرف کھینچتا تھا۔ اسی قصّہ گوئی میں ان پر بہت سی آفتیں بھی آئیں، چناں چہ ایک دن وہ مسجد میں قصّہ بیان کر رہے تھے کہ اچانک چھت گر پڑی اور وہ دب کر مر گئے۔

محمد بن کعب القرظی کے اخبار تاریخ طبری میں سیرۃ ابن اسحٰق کے راستے سے آئے ہیں اور اس معروف طریقے سے جسے ہم آئندہ الطبری کے سلسلے میں سیرۃ ابن اسحٰق کا جائزہ لیتے وقت تفصیل سے دیکھیں گے: یعنی "ابن حمید عن سلمہ بن الفضل عن ابن اسحٰق" صاحبِ سیرۃ نے یہ اخبار محمد بن کعب سے براہِ راست بھی اخذ کیے ہیں اور بالواسطہ بھی۔ مگر جو اخبار ان سے مروی ہیں وہ انبیاء اور رسولوں کی سیرۃ، یہودیت اور نصرانیت کے یمن میں فروغ، اور ان امور سے متعلق ہیں جو حجاز کے یہودیوں سے مخصوص ہیں۔[2] یہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے خاص مصاحبوں میں سے تھے کیوں کہ اُن کے ولی عہد خلافت ہونے سے پہلے ہی ان کا تعارف ہو چکا تھا۔ چنانچہ جب وہ خلیفہ ہوئے تو یہ اُن کی خدمت میں جاتے تھے اور اُن سے زھد کے موضوع پر باتیں کیا کرتے تھے اور ایسے قصّے سناتے تھے جن پر اسرائیلیات کی چھاپ ہوتی تھی[3] نیز وہ تفسیر بھی بیان کرتے تھے جس کے لئے وہ مشہور ہوئے۔

آج جب کہ نئے سیاسی مذاہب نے جو ذہنوں اور تاویلوں کو اپنی طرف مرکوز رکھنا چاہتے ہیں اور اپنی ہی رائے کے مطابق انھیں چلاتے ہیں، سب سے پہلا نشانہ یہ بنایا ہے کہ بیسویں صدی میں مخالف مذاہب

---

[1] تہذیب التہذیب ۴۲۰/۹ ان کی متعدد روایات ہیں جن پر اسرائیلیات کی چھاپ پائی جاتی ہے۔

ملاحظہ ہو: عیون الاخبار ۲۰۱/۱ ، ۲۶۴ ، جلد۲ ۱۲/۲ ، ۳۴۳ ، جلد ۳ ۴/۳

[2] الطبری ۱۳۸/۱ - ۱۰۴/۲ - ان کا نام تاریخ طبری میں ۲۹ جگہوں پر آیا ہے۔ [3] ابن سعد: الطبقات ۲۷۲/۵ وبعد - جلد ۲ قسم ۱۹۳/۲ -

34088

عیون الاخبار ۳۴۳/۲ - "محمد بن کعب القرظی کی نشست عمر بن عبدالعزیز کے پاس ہوتی تھی" ج ۴/۳ -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی کتابوں کا پڑھنا ممنوع قرار دے دیا ہے۔ خاص طور سے اُن مذاہب کی جو منسوخ ہو چکے ہیں، کیوں کہ یہ مذاہب جدید ان کے ناسخ ہیں اور وہ مذاہب ذہنوں کے لئے خطرہ ہیں۔ مگر اسلام نے ایسا نہیں کیا تھا۔ اس نے توراۃ پڑھنا ممنوع نہیں قرار دیا نہ انجیلوں کے مطالعے پر پابندی لگائی نہ مسلمانوں کو اہلِ کتاب کے بیان کردہ قصّے سننے سے روکا۔ اسی لئے رسولوں اور نبیوں کے قصّوں اور ابتدائے آفرینش کی داستانوں نے مسلمانوں میں بھی نفوذ کر لیا — براہِ راست ان کتابوں کے مطالعے کی وجہ سے یا اہلِ کتاب کے مدارس کے اثر سے۔ چنانچہ الطبری نے انبیا و رسل کی سیرت پر جو حصّہ مدوّن کیا ہے اس کا مواد توراۃ اور انجیلوں کے مطالعے سے حاصل کیا ہے[1] اسی طرح ابن قتیبہ الدینوری اور احمد بن واضح الیعقوبی اور المسعودی وغیرہ نے بھی توراۃ سے استفادہ کیا ہے۔ چوں کہ توراۃ قصّوں اور اس تاریخی دیومالا کا مجموعہ ہے جو آفرینش سے یا اُن امّتوں سے متعلق ہیں جن کا یہودیوں سے ربط رہا، یا اُن نبیوں اور رسولوں کے حوادث ہیں جن کا اسلام نے بھی اعتراف کیا ہے، اس لیے یہ بالکل قدرتی بات تھی کہ یہ قصّے علمائے اسلام میں انجیلوں سے بھی زیادہ مشہور و مقبول ہو گئے۔ ابن اسحٰق تو یہودیوں اور نصرانیوں سے مواد اخذ کرتا ہے اور انھیں اپنی کتابوں میں "اھل العلم الاول"[1] (اگلے زمانے کا علم رکھنے والے) کے لقب سے یاد کرتا ہے۔ ان لوگوں سے سعید بن جبیر بھی معلومات کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ عمر بن عبدالعزیز جیسے خلفا بھی اہلِ کتاب سے اخذِ معلومات میں کوئی ہرج نہیں سمجھتے تھے[2]۔

توراۃ و انجیل کے تراجم آج کے مؤرخ کے لئے یہ تعین کرنا بہت دشوار ہے کہ عربی زبان میں توراۃ و انجیل کا پہلا ترجمہ کب کیا گیا۔ لیکن دورِ جاہلی کے اشعار سے، کہاوتوں سے اور اُن مذہبی اصطلاحوں سے جو یہودیت یا نصرانیت سے آئی ہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نصرانی پادری اور واعظین (جنھیں مبشّرون کہا جاتا تھا) عہد نامہ قدیم و جدید یا ان سے متعلق حصّوں کی تفسیر جاہلی عرب میں اپنے پیروں کے سامنے بیان کیا کرتے تھے۔ اور ایسے شواہد بھی ملتے ہیں کہ دونوں عہد ناموں کا ترجمہ عہدِ اموی میں دستیاب تھا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ احمد بن عبداللہ بن سلام نے خلیفہ ہارون الرشید کے لئے توراۃ کا صحیح ترجمہ تیار کیا تھا اور یہ ترجمہ المامون کے خزانے میں محفوظ تھا[3]۔

---

[1] الفہرست/۱۳۶۔ [2] الطبری ۱/۱۳۸۔ [3] الفہرست/۳۲

"احمد بن عبداللہ بن سلام الانجیلی" رک: WENSINCK P 745

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

المسعودی نے یہود و نصاریٰ کی ایک ایسی جماعت کا ذکر کیا ہے جس نے توراۃ و انجیل کا ترجمہ کیا تھا[1] بہرحال اس میں کچھ شبہ نہیں کہ یہ ترجمے زمانہ ماقبل اسلام کی تاریخ لکھنے میں بڑے مددگار ثابت ہوئے، اسی طرح جیسے تاریخ رسل و انبیاء کا ہیولیٰ تیار کرنے میں توراۃ و انجیل نے اعانت کی تھی۔ اس کے سوا بھی کچھ مواد تھا جس نے وہ اسلوب بنانے میں مساعدت کی جس کی یہ مورخ تاریخ نویسی میں پابندی کرتے ہیں — یعنی تاریخ کی وہ کتابیں جو نصرانیوں نے لکھی تھیں — ہم اس حقیقت سے منکر نہیں ہوسکتے — کیوں کہ یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں ہے کہ الطبری اور اس کے پیش رو مؤرخوں نے تاریخ نویسی کا یہ ڈھرا خود ہی ایجاد کرلیا ہو جو آفرینش سے شروع ہوتا ہے پھر توراۃ کے سہارے چلتا ہوا زمانہ مابعد مسیح تک آتا ہے، بالکل اسی انداز پر جو تدوین تاریخ میں کلیسائی مورخ اختیار کیا کرتے تھے۔ یہ بات یقیناً ناقابل فہم ہے۔ اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا ہے کہ تدوین تاریخ کا یہ اسلوب انھیں اتفاق یا الہام سے ہاتھ آگیا تھا۔ یقیناً نصرانی فرقوں کے پاس رسولوں، حکمرانوں اور امتوں کی تاریخ پر لکھی ہوئی کتابیں موجود تھیں جن کا ذکر المسعودی کسی قدر تفصیل سے کرتا ہے۔ اور یہ مشابہت ہم تاریخ طبری کے نام تک میں محسوس کرتے ہیں جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ الطبری نے انھیں کتابوں سے یہ اصطلاحیں یعنی "تاریخ الرسل والانبیاء والملوک — یا کبھی الامم" اخذ کی ہوں گی جو غالباً انھیں ناموں سے موسوم تھیں وہ کتابیں بھی تاریخ طبری کی طرح آغاز آفرینش سے شروع ہوتی تھیں پھر اسی ڈھنگ سے رفتہ رفتہ اپنے زمانے کے بادشاہوں کی سیرۃ پر تمام ہوتی تھیں، اس میں ترتیب زمانی یعنی (نظام حولیات) کا بھی خیال رکھا جاتا تھا۔

سیرۃ ابن اسحٰق تاریخ طبری کے ابتدائی حصوں کی تدوین میں ایک کتاب کا اثر بہت واضح ہے — وہ ابن اسحٰق کی سیرۃ ہے جس کے مولف نے تاریخ رسل و ملوک اور اسرائیلیات کا وہ وسیع مواد اپنی کتاب میں جمع کیا ہے جو اس تاریخ کے بھی بڑے حصے پر حاوی ہے۔ مگر نہایت افسوس ہے کہ یہ سیرۃ معدوم ہوگئی۔ لیکن اس کے

---

[1] التنبیہ والاشراف/ ۹۸ ان میں یحییٰ بن زکریا الکاتب الطبرانی بھی ہے جس کی وفات ۳۲۰ھ کے حدود میں ہوئی، ان میں سعید بن یعقوب الفیومی کا نام بھی ہے جس نے ابن کثیر سے قرأت کی تھی اور داؤد القومسی (متوفی ۳۳۴ھ) نیز ابراہیم البغدادی کے نام بھی ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقتباسات کا بڑا حصہ دوسری کتابوں میں موجود ہے اور اسے ہم تاریخ طبری کے صفحات میں بھی بکھرا ہوا پاتے ہیں۔
ابن ہشام نے اپنی سیرت میں اس کتاب کا بیشتر حصہ خصوصاً جو سیرتِ نبویؐ سے متعلق تھا محفوظ کر دیا ہے لیکن سیرۃ نبویؐ سے قبل کے حصے کو یعنی انبیاء میں حضرت آدمؑ سے حضرت ابراہیمؑ تک کی تاریخ کو اس نے چھوڑ دیا ہے اور حضرت ابراہیمؑ کے بعد کی تاریخ میں بھی اس نے صرف وہی حصہ لیا ہے جس کا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نسب سے تعلق ہے۔ علیٰ ہٰذا اس نے غلط اخبار اور غیر متحقق اشعار بھی حذف کر دیئے ہیں اور سیرۃ میں ان باتوں کا اضافہ اپنی طرف سے کر دیا ہے جو ابن اسحٰق نے چھوڑ دی تھیں۔[1]

الطبری نے اپنی جوانی کے ایام میں سیرۃ ابن اسحٰق کی روایت ایک ایسے عالم سے اخذ کی جو شہر رے کے علماء کا سرگروہ سمجھا جاتا تھا یعنی محمد بن حمید بن حیان التمیمی ابو عبداللہ الحافظ المروزی (متوفی ۲۴۸ھ) جنھیں علمِ حدیث اور سیرۃ و مغازی میں وسیع شہرت حاصل تھی۔ انھوں نے علما کے جس گروہ سے استفادۂ علمی کیا تھا اس میں یعقوب بن عبداللہ القمی، ابراہیم بن المختار، جریر بن عبدالحمید، ابن المبارک، ہارون بن المغیرہ، اور سلمہ بن الفضل[2] شامل ہیں۔ پھر عالموں کی ایک بڑی جماعت سے خود بھی روایت کی جو دور دراز شہروں سے ان کی طرف کھنچ کر آتے تھے ان میں کبار محدثین و مورخین کے نام ہیں مثلاً: ابوداؤد، ترمذی، یحییٰ بن معین، عبداللہ بن عبدالصمد بن ابی خداش، محمد بن اسحٰق الصاغانی، ابوبکر بن ابی الدنیا، محمد بن ہارون الرویانی اور الطبری ــــ نیز اس طبقۂ علما کے باقی افراد جو تصنیف و تالیف میں احتیاط اور بحث و تدقیق میں گہرائی کیلئے معروف ہیں۔

---

[1] ملاحظہ ہو، مقدمہ سیرۃ ابن ہشام۔ (اضافہ مترجم: اس موضوع پر سیرۃ ابن اسحٰق کے انگریزی ترجمے کا مقدمہ

GUILLAUME: LIFE OF MOHAMMAD

LEWIS: *Historians of the Middle East*, London 1962 نیز

میں منٹگمری واٹ کا مضمون بھی ملاحظہ ہو) (THE MATERIAL USED BY IBN ISHAQ)

[2] تہذیب التہذیب ۹/۱۲۷ تذکرۃ الحفاظ ۲/۹۸ شذرات الذہب ۲/۱۱۸۔
اتنی شہرت اور علم کے باوجود ان پر "ضعیف" ہونے کا الزام ہے، یعقوب بن شیبہ نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ ان کی روایات میں منکر احادیث بکثرت ہیں۔ بخاری کہتے ہیں کہ ان میں تامل کی گنجائش ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جیسا کہ ہم نے اوپر بتایا ہے محمد بن حمید کی وفات ۲۴۸ھ میں، یعنی الطبری کے شہر رے سے رخصت ہونے اور بغداد پہنچنے کے کچھ سال بعد[1] ہو چکی تھی۔ اس صورت میں یقینی ہے کہ الطبری نے اُن سے اور اُن کے شیوخ سے روایت کرنے کی اجازت مدینۃ اسلام (بغداد) میں آنے سے پہلے ہی حاصل کی ہو گی۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ الطبری اسی سال سیرۃ ابن اسحٰق کی روایت میں مشغول ہوا ہوگا اور یہ زمانہ اس کی تاریخ کی تالیف سے بہت پہلے کا ہے۔ یا شاید اپنی طالب علمی کے ابتدائی زمانے میں جب وہ اپنے شیخ کی مجلس میں سماعتِ حدیث کے لئے یا جو کچھ وہ اپنے شاگردوں کو املا کراتے تھے اس کی تدوین کے لئے اکثر جایا کرتا تھا، یہ سماعتِ حدیث مکمل ہو گئی تو الطبری نے اپنے شیخ کے اقوال قلمبند کر لیے پھر ان پر نظرثانی کر لی، اس خوف سے کہ اس میں سہو و نسیان سے کوئی غلطی نہ رہ گئی ہو، اس میں وہ رات گئے تک مصروف رہتا تھا؛ انھیں کتابوں میں، جو ابن حمید نے لوگوں کے سامنے روایت کی تھیں، سیرۃ ابن اسحٰق بھی تھی جس کی اجازت انھوں نے سلمہ بن الفضل سے حاصل کی تھی[2]

محمد بن حمید کے استاذ سلمہ بن الفضل جن سے انھوں نے سیرۃ ابن اسحٰق کی روایت کی اجازت لی تھی، وہ سلمہ بن الفضل الابرش الانصاری (متوفی بعد ۱۹۰ھ) شہر رے کے قاضی تھے۔ یہ محمد ابن اسحٰق کے دوستوں میں تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مولف سیرۃ نے اس کتاب کا ایک نسخہ کاغذوں پر لکھ لیا تھا، پھر وہ کاغذ سلمہ بن فضل کے پاس آ گئے تھے اسی لیے سیرۃ میں سلمہ بن فضل کی روایت کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ اُن کے پاس یہ کتاب لکھی ہوئی تھی۔ نیز کہا جاتا ہے کہ ان کے پاس ابن اسحٰق کے مغازی بھی تھے اور انھوں نے ابن اسحٰق سے مبتدا اور مغازی کی روایت کی ہے[3]

---

[1] الطبری کے پہلی بار بغداد پہنچنے کا زمانہ ہمیں ٹھیک معلوم نہیں ہے، بس اتنا جانتے ہیں کہ وہ امام احمد حنبل کی وفات کے تھوڑے عرصے بعد وہاں آیا تھا۔ امام احمد حنبل کا انتقال ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ (۸۵۵ء) کو ہوا، اس لحاظ سے الطبری اسی زمانے میں کچھ دنوں بعد وہاں پہنچا ہوگا۔ ممکن ہے کہ اسی سنہ میں گیا ہو۔ یاقوت: ارشاد الاریب ۴۳۱/۶

[2] تہذیب التہذیب ۱۲۹/۹۔ ارشاد الاریب ۴۳۰/۶۔ [3] تہذیب التہذیب ۱۵۳/۴۔

"سلمہ بن الابرش قاضی رے اور ابن اسحٰق سے مغازی کے راوی تھے ان سے استناد کرنے میں اختلاف ہے مگر یہ ان حضرات میں سے ہیں جو ابن اسحٰق کے معتمد تھے"۔ الشذرات ۳۲۸/۱۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایڈورڈ سخاؤ (EDUARD SACHAU) کا خیال ہے کہ یہ بات ممکن ہے کہ ابن اسحٰق نے شہر رے میں اپنے قیام کے زمانے میں یہ نسخہ سلمہ بن فضل کو دیا ہو، اور یہی وہ نسخہ ہے جسے الطبری نے اپنا سب سے اہم ماخذ بنایا ہے۔ سلمہ نے خود بھی مغازی میں ایک کتاب تصنیف کی تھی جس کے لئے کہا جاتا ہے کہ "کتابوں میں اس سے زیادہ مکمل کوئی نہیں ہے۔"[1] بظاہر یہ اسی سیرۃ سے ماخوذ تھا یا یہی سیرۃ سلمہ کی روایت کردہ تھی جس پر تعلیقات کا اضافہ ہوا اور پھر اسی کے نام سے مشہور ہوگئی جیسا کہ ابن ھشام کی سیرۃ کے معاملے میں ہوا ہے۔

ابوبکر بن کامل کا گمان ہے، اور یہ وہ شخصیت ہے جس نے الطبری سے علم حاصل کیا اور اپنے شیخ کی سیرۃ لکھی اور اس پر وارد کئے گئے اعتراضوں کا جواب دیا، کہ الطبری نے سیرۃ ابن اسحٰق کا نسخہ اپنے شیوخ میں سے ایک اور شیخ سے حاصل کیا تھا جو رے کے قریب کسی گاؤں میں رہتے تھے اور سیر و مغازی کے لئے مشہور تھے ان کا نام احمد بن حماد الدولابی ہے۔ الطبری حصول علم کے لئے ان کے پاس آیا کرتا تھا۔ وہ ایک کتاب "المبتدأ والمغازی"[3] کے مصنف بھی تھے اور انھوں نے سیرۃ کی روایت سلمہ بن الفضل سے اخذ کی تھی، اس طرح وہ بھی محمد بن حمید کی طرح سلمہ کے شاگردوں میں ہیں جن کے پاس سیرۃ ابن اسحٰق کا اصلی نسخہ تھا۔ قطع نظر اس سے کہ الطبری کے اسانید سے اس روایت کی تصدیق نہیں ہوتی، ہمیں تاریخ طبری میں بھی کوئی ایسا اشارہ نہیں ملتا جس سے یہ معلوم ہو کہ الطبری نے اپنی تاریخ کی بنیاد اس نسخے پر رکھی تھی۔

الدولابی "دولاب" کے رہنے والے تھے جو رے کے مضافات میں ایک قصبہ ہے، ان کے ایک صاحبزادے حدیث، اخبار اور تواریخ میں بہت مشہور ہوئے اور اس زمانے میں ایسے علما کی عادت کے مطابق انھوں نے مختلف شہر و دیار کی خاک طلب علم میں چھانی، ان کا نام ابوبشر محمد بن احمد (المتوفی سنہ ۳۱۰ھ) ہے اور ان کی متعدد تصانیف تاریخ اور موالید اور وفیات کے موضوعات پر ہیں جن میں سے کتاب الکنی والاسماء

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۳ قسم اول - مقدمہ ایڈورڈ سخاؤ/ ۲۵ " ابوعبداللہ سلمہ بن الفضل الرازی" الدولابی ۲/ ۵۶ -

[2] تہذیب التہذیب ۴/ ۱۵۳ - [3] ارشاد الاریب ۶/ ۴۳۰ -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چھپ گئی ہے[1]

علاوہ ازیں الطبری نے صرف محمد بن حمید والے نسخہ سیرۃ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس نے اپنے اضافوں میں یہ اشارہ کر دیا ہے کہ وہ دوسرے شیوخ سے بھی حاصل کرتا ہے مثلاً ھناد بن السری بن مصعب التمیمی الکوفی (متوفی ۲۴۳ھ) جو اپنے زہد و اتقا کی وجہ سے راھب کوفہ کے لقب سے مشہور تھے۔ ھناد سیرۃ سے شغف رکھتے تھے اور اس کی روایت کی اجازت انھوں نے کوفہ کے ایک محدث و مورخ یونس بن بکیر بن واصل ابو بکر الشیبانی الجمال (متوفی ۱۹۹ھ) سے حاصل کی تھی جو صاحب المغازی کے لقب سے معروف تھے[2] یہ الاعمش اور عروۃ بن ھشام جیسے مشاہیر محدثین کے راویوں میں تھے۔ پھر انھوں نے علما کی ایک جماعت کو مغازی روایت کرنے کی اجازت دی جن میں کوفہ کے مشہور عالم ابو کریب بھی شامل ہیں جن سے الطبری اخذ کرتا ہے۔ اور اپنی تاریخ میں متعدد مقامات پر ان کا ذکر کرتا ہے اور ان میں احمد بن عبد الجبار العطاردی ابو عمرو بھی ہیں جنھوں نے کچھ اور لوگوں کو سیرۃ ابن اسحٰق کی روایت کی اجازت دی اور اُن سے یہ سلسلہ ابن الاثیر تک پہنچا چنانچہ وہ اپنی کتاب "اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ"[3] میں اس کی توثیق کرتا ہے۔ الطبری نے سیرۃ ابن اسحٰق کے ایک اور نسخے سے بھی استفادہ کیا ہے جو اصحاب سیرۃ و مغازی میں سعید بن یحیی بن سعید[4]

---

[1] یہ ۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے، گویا الطبری کے ہم عمر تھے۔ یہ کتاب مطبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن سے ۱۳۲۶ھ میں چھپ چکی ہے۔ ان کے لیے ملاحظہ ہوں: تذکرۃ الحفاظ ۲/۹۱ ۲ نیز عباس بن محمد رضا القمی: الکنی والالقاب مطبع العرفان صیدا، (۳۵۸م) ج ۲/۱۱ ۲ - ان کا ذکر الطبری نے صرف ایک جگہ کیا ہے۔ دیکھیے (پہلا ایڈیشن) الدورۃ الاولیٰ / ۱۸۰۶ -

[2] تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۹۹ - طبقات ابن سعد مقدمہ "سخاؤ" ج ۳ قسم ۱/۲۹ - الشذرات ۲/۴۰ - ان کا نام تاریخ طبری میں دس سے زائد مقامات پر آیا ہے - فہرست الطبری ۶۱۶

[3] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۱/۱۱ (طبع جمعیۃ المعارف)

[4] احمد بن عبد الجبار بن محمد بن عمیر بن عطارد بن حاجب بن زرارۃ التمیمی العطاردی الکوفی (متوفی ۲۷۲ھ) تہذیب التہذیب ۱/۵۲ الطبری نے ان کے نسخے سے کچھ نقل نہیں کیا۔ دیکھو فہرست الطبری ۱۶/ ترتیب دی خوجے DE GOEJE مطبوعہ ۱۹۰۱ء - الشذرات ۲/۱۶۲-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بن العاص الاموی کے پاس تھا، جو اگرچہ اموی تھے مگر روایت میں کوفہ اسکول کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان کا قیام کوفہ اور بغداد میں رہتا تھا۔[1] انھوں نے اپنے باپ (متوفی ۱۹۴ھ) سے بروایت ابن اسحٰق، نیز اپنے چچا محمد بن سعید سے روایتِ حدیث کی۔ جنھوں نے ابن اسحٰق ہی سے اخذ کیا تھا۔[2] یحییٰ بن سعید الاموی ابن اسحٰق کے خاص شاگردوں میں تھے، انھوں نے ہی اس کی کتاب الخلفاء کی بھی روایت کی تھی۔[3]

بہرحال یہ سیرۃ ابن اسحٰق کا دوسرا نسخہ تھا جو اسے رواۃ کوفہ سے حاصل ہوا تھا، یا اس شخص کے پاس تھا۔ جس کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ وہ مولف (ابن اسحٰق) سے مل چکا ہے اور اسی کی روایت سے اس نے یہ نسخہ اس شہر (کوفہ) میں لکھا ہے جو تاریخِ اسلامی کی تدوین و روایت کے معاملے میں عرب کے سارے شہروں سے حتیٰ کہ مدینۃ الرسول سے بھی بازی لے گیا تھا۔ پھر بعد میں کتب سیر کی تنظیم، مغازی اور احداثِ اسلامیہ کی روایت میں بھی مدینے سے آگے نکل گیا اگرچہ یہ سب علم اس نے مسلمانوں کے اسی اوّلین دارالخلافہ (مدینہ) سے حاصل کیا تھا۔ (باقی)

---

[1] ارشاد الاریب ۴۰۰/۲ - [2] الطبری ۱۲۶/۱ - ۱۲۶/۲ وغیرہ - ان کا ترجمہ تاریخِ بغداد میں بھی ملے گا ۱۳۲/۱۴ - "یحییٰ بن سعید بن ابان الاموی الکوفی نے ابن اسحٰق سے مغازی اخذ کیے اور ان میں بہت کچھ اضافہ کیا" الشذرات ۳۴۱/۱ - [3] الارشاد ۴۱/۶، تذکرۃ الحفاظ ۲۹۸/۱، کتاب الکنیٰ والاسماء للدولابی ۱۰۲/۱ -

حیاتِ امام اعظم ابو حنیفہؒ

اُردو زبان میں ایک اہم اور جدید کتاب

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب (مفتی بجنور) نے اس کتاب کو جدید طرز پر بڑی عرق ریزی اور محنت سے ترتیب دیا ہے —— اس کتاب کی تحقیق و ریسرچ کے سلسلہ میں متعدد اسفار بھی کیے اور امام صاحبؒ پر اُردو، فارسی، انگریزی میں اب تک جو کچھ دستیاب ہوسکتا تھا تحقیق کی روشنی میں اس سب کو خوش اسلوبی کے ساتھ اس کتاب میں سمو دیا ہے —— اُردو زبان میں امام صاحبؒ پر اس سے بہتر کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ ہندوستان کے علماء و اکابر کی رائے میں یہ کتاب علامہ شبلی نعمانی کی سیرۃ النعمان اور ابوزہرہ کی حیات امام ابو حنیفہ کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

● کتابت و طباعت بہتر ● کاغذ عمدہ سفید ● سائز ۲۲×۱۸/۸ ● ضخامت ۳۲۰ صفحات

قیمت مجلد ۵ روپے ۵۰ پیسے (۵/۵۰)

ملنے کا پتہ —— مکتبہ برہان، اُردو بازار جامع مسجد، دہلی ۶

© rasailojaraid.com